ڈاکٹر محمد ریاض - ایم اے پی ایچ ڈی (تہران)

صوفیہ کا فرقہ ملامتیہ

صوفیہ کا ایک گروہ ایسا گذرا ہے، جو صدق، زہد اور اخلاص کے مراتب عالیہ کے حصول میں بے حد سختی برتتا تھا - یہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ اپنی کسی خوبی کی طرف نہ وہ خود متوجہ ہوں اور نہ دوسرے اُسے جان سکیں یا بیان کر سکیں۔ انھیں تاریخ میں "ملامتیہ" کا نام دیا گیا - ان قدیم ملامتیوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں سے مخفی رہ کر نیک اعمال انجام دیں اور شہرت اور نیک نامی کے فتنوں سے بچے رہیں - حضرت عمر فاروق رض کا قول ہے: اَلْمَدْحُ ذَبْحٌ (مدح سر کاٹ ڈالنے کے مرادف ہے) ایک حدیثِ رسولؐ ہے: الشھرۃ آفۃ والراحۃ فی الخمول" [1]

اہلِ ملامت کا شعار یہ آیت کریمہ تھی: "ولا یخافون لومۃ لائم (مائدہ: ۵۴) ان کا عمل صدق و اخلاص ایک ایسا معاملہ تھا جو وہ لوگوں سے چھپ کر محض خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر انجام دیا کرتے تھے - یہ لوگ دوسرے صوفیہ کے کشف و کرامات کے دعووں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے - ان کے عجیب و غریب نظریات تھے بعض صرف فرض عبادت ادا کرتے تھے اور وہ بھی انتہائی بے ریائی اور اخلاص کے ساتھ - زیادہ عبادات سے اس لیے مجتنب رہتے تھے کہ مبادا نفس کو علوِ مراتب کا مغالطہ لاحق ہو جاتے - اکلِ حلال نہایت محنت اور جانفشانی سے کسب کرتے تھے - صوفیہ جیسے خرقہ پہننا بھی تکلف جانتے تھے، پھٹے پرانے اور نہایت معمولی کپڑوں میں ملبوس رہتے تھے -

بعض ملامتی صوفی جان بوجھ کر ایسے کام کرتے تھے جن سے لوگ ان پر اعتراض کریں اور ان کی برائی بیان کرتے پھریں - اس طرح کی ملامت کو وہ نفس کی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اس سے انھیں کوئی رنج نہیں ہوتا تھا - وہ اس تذلیل ذات کو غرور شکنی کا سبب جانتے تھے - شیخ سعدی شیرازیؒ (وفات ٦٩٥ھ) کا ایک شعر ہے:

نیک باشی و بدت گویند خلق
بہ کہ بد باشی و نیکت گویند

---

[1] منقول از "مناقب العارفین" تالیف شمس الدین - (م - ۷۰۴ھ) ج ۱، ص ۲۲٦ - انقرہ

ملامتی صوفی کئی ایسے کام انجام دیتے۔ جن کی وجہ سے وہ لوگوں کے اعتراضات کے مورد بنتے۔ مثلاً ماہِ رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ چھوڑ دیتے تھے مگر اس طرح ظاہر ہوتے تھے کہ گویا مسافر نہیں ہیں اور بے عذرِ شرعی روزہ شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یا سرخ رنگ کا شربت پیتے تھے اور لوگ اسے شرابِ ناب جان کر اُن پر طعن و تشنیع کرتے تھے وغیرہ۔

ملامتی صوفیہ کے نمایاں اصول یہ تھے:- ایثار، نفس کی مخالفتِ شدید، بذل و عطا، بغیر کسی صلے کی پروا کے دوسروں کی حاجت برآری، دوسروں کی عیب پوشی، ذکرِ چہارگانہ کی مشق (لسانی و قلبی و سِرّی و روحی) اور ملامت کے مواقع کی تلاش وغیرہ[۲] ان کا عقیدہ تھا کہ سالک کو چاہیئے وہ اس روحانی مقام تک ارتقا کرے کہ مدح و ذم کو برابر جانے۔ صاحب "رسالۃ التصوّف" (شیخ ابوالقاسم قشیری نیشاپوری وفات ۴۶۵ھ) کی نظر میں مدح بمنزلہ مذمت ہے[۳] ملامتی کہتے ہیں کہ اگر بے بنیاد ذم یا دل خوش کن مدح نفس پر اثر کرنے لگے تو سمجھیئے کہ ابھی منازلِ ارتقا بہت ہی دُور ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملامتی دوسروں کی جفائیں سہتے اور ان کو دعائیں جانتے تھے۔ وہ کسی سے اظہارِ شکایت نہیں کرتے تھے۔ خواجہ حافظ شیرازی لسان الغیب (م-۷۹۲ھ) نے ان کی یوں ترجمانی کی ہے:

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم   کہ در طریقتِ ما کافری است رنجیدن

ملامتیوں کا زمانہ

جن صوفیہ ملامتیین کے احوال و عقائد کی طرف اشارات کیے گئے یہ بلبیشتر تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے تھے۔ یہ گروہ ایران کے مردم خیز شہر "نیشاپور" سے نمودار ہوا اور پھر اطرافِ ایران اور دوسرے اسلامی ممالک میں پھیلتا چلا گیا[۴] اس گروہ کا بانی بظاہر شیخ ابوحفص عمرو بن مسلمہ حدادؒ (م-۲۶۶ھ) کی شخصیت تھی۔ ان کے اکابر شاگردوں اور دوسرے ملامتی بزرگوں میں سے حسب ذیل افراد بہت مشہور ہیں:- ابوصالح حمدون قصّارؒ (م-۲۷۱ھ)، ابوالفوارس شاہ کرمانی (م-۲۸۸ھ)، ابوعثمان سعید الحیری (م-۲۹۸ھ)، محفوظ بن محمود نیشاپوری (م-۳۰۳ھ)، عبداللہ بن منازل (م-۳۲۹ھ) ابوعلی محمد بن

[۲] رسالۃ الملامتیہ (ترجمہ فارسی) ۲۳۔ [۳] ترجمہ رسالہ قشیریہ (بفارسی: استاد فروزانفر) تہران ص ۱۲۹

[۴] دیکھیے: روضات الجنات و جنات الجنان، ج ۱، تالیف حسین واعظ کربلائی (م ۹۹۷ھ)، تہران، ص ۲۱۱-۲۱۵، ۲۲۹-۲۳۰۔

عبدالوہاب ثقفی (م - ۳۲۸ھ)، ابوعمرو بن نجید (م - ۳۶۱ھ) اور محمد ابن احمد فراء (م - ۳۷۰ھ) وغیرہ۔ یوں تو تصوف کی ساری ہی عربی و فارسی کی معروف کتابوں میں "ملامتی گروہ" کا ذکر آیا ہے مگر یہ ذکر چیدہ چیدہ باتوں تک محدود ہے اور بہت منتشر ہے۔ اس سلسلے میں ابوعبدالرحمٰن محمد سلمی نیشاپوری (م - ۴۱۲ھ) کا رسالہ "الملامتیۃ" کامل تر ماخذ ہے۔ جس میں اس گروہ کی بنیادی خصوصیات اور کامل "ملامتیوں" کی کیفیت کے بارے میں اشارات مندرج ہیں۔ اس رسالہ کا عربی متن[۵۵] اور فارسی ترجمہ[۵۶] چھپ چکا ہے۔ اس کتاب میں "ملامتی جوانمرد" (الفتی الملامتیۃ) کے بارے میں سلمی یوں رقمطراز ہیں:- "ایک ملامتی کو پوچھا گیا کہ "جوانمرد" ملامتی کسے کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ جس میں آدمؑ کا اعتذار، نوحؑ کی صلاح، ابراہیمؑ کی وفا، اسمٰعیلؑ کا صدق، موسیٰؑ کا اخلاص، ایوبؑ کا صبر، داؤدؑ کی آہ و بکا اور محمد مصطفیٰؐ کی سخاوت (کا پرتو) ہو اور ساتھ ساتھ ابوبکر صدیقؓ کی رافت، عمر فاروقؓ کی حمیت، عثمانؓ غنی کی حیا، علیؓ اسداللہ کے علم سے بھی بہرہ مند ہو، مگر ان سب صفات کے باوجود خود کو حقیر اور ناقص جانے اور اپنی کسی خوبی یا مرتبے پر فخر و غرور میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ملامتی کو چاہیے کہ اپنے نقائص پر نظر رکھے۔ اور دوسرے بھائیوں کے اوصاف کو اپنے اوپر ترجیح دے۔... ایک دوسرے ملامتی علی بن ابوبکر نے کہا تھا کہ: ہمارے مسلک میں جوانمردی یہ ہے کہ نفس میں کسی خوبی یا صفت کی موجودگی کا ادعا نہ کیا جائے"[۵۷]۔ یہ سلمی جن کے رسالہ "الملامتیہ" کا ذکر اوپر ہوا، وہی ہیں جن کی "طبقات الصوفیہ" (عربی) خواجہ عبداللہ انصاری "پیر ہرات" (م، ۴۸۱ھ) کی "طبقات" (فارسی، لہجہ ہروی) اور مولانا جامی (م - ۸۹۸ھ) کی "نفحات الانس من حضرات القدس" کی بنیاد بنی ہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا، ایثار و بذل و عطاء "ملامتیوں" کا شعار رہا ہے اور نفس و خواہشات کی سرکوبی اس کے علاوہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے اکابر صوفیہ نے ملامتیوں کی بڑی تعریف کی، اور "جوانمردوں" (الفتیان) کو ان ہی کا طفیلی اور سبب بتایا ہے۔ محی الدین ابن العربی (م - ۶۳۸ھ) اپنی معروف کتاب "الفتوحات المکیۃ" میں فرماتے ہیں: الفتیان تلامذۃ الملامتیۃ[۵۸] (جوانمرد، ملامتیوں کے شاگرد ہیں) اس میں شک نہیں کہ "جوانمردی" (فتوت) کی ساری تحریکیں (مثلاً

---

[۵۵] الملامتیہ والصوفیہ واھل الفتوۃ، عن الدکتور ابوالعلا عفیفی، قاہرہ ۱۳۶۴ھ - [۵۶] ترجمہ علی رضوی، کابل ۱۳۴۴ ش ھ - [۵۷] منقول از: الصلۃ بین التصوف والتشیع تالیف دکتور شیبی ج ۲، ص ۲۱۸ -

عیّاری، شطاری اور اخیت وغیرہ میں "ملامتیوں" کے ایثار کی مشابہت موجود ہے مگر ملامت، ملامت ہے اور جوانمردی، جوانمردی۔

سطور بالا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ملامتی صوفیہ کی روش نے ایک لحاظ سے تصوف کو خلوص اور اعتدال بخشا، مگر اس کا دوسرا رُخ بھی ہے۔ افراط پسند گروہ کی شمولیت نے اس پُر اخلاص مسلک میں بھی عجیب عجیب رخنے ڈالے اور اس سے طرح طرح کی بے راہ رویاں پیدا ہوئیں۔

دوسرے ملامتی گروہ

ملامتی صوفیہ کا ایک معروف گروہ قلندر صوفی (قلندریہ) ہیں۔ ان لوگوں نے جلب ملامت کی خاطر اپنے ظاہر کو عجیب و غریب بنا رکھا تھا۔ سر، پیشانی اور پلکوں کے بالوں کو مونڈھا کرتے تھے۔ حافظ شیرازی اپنے اس شعر میں اس فرقہ کی "سرتراشی" کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ہزار نکتہ باریک تر ز مُو ایں جاست ۔۔۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور علامہ اقبال اپنے مخصوص نظریۂ قلندری کی بنا پر اس شعر کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

بیا بمجلسِ اقبال و یک دو ساغر کش ۔۔۔ اگرچہ سر نتراشد، قلندری داند[۵۸]

قلندر زرق برق اور پیوند در پیوند لباس پہنتے تھے، جو کبھی رنگا رنگ کھال (یہ کھال شیر ببر، چیتے یا دوسرے جانوروں کی ہوتی) کا ہوتا تھا۔ اسی مناسبت سے بعض محققین کا خیال ہے کہ لفظ "قلندر" کی اصل شاید "کلندر" (CA-ENDAR - یعنی تقویم رنگا رنگ) سے ماخوذ ہو۔ قلندروں کی ظاہری بے اعمالی کی کیفیت، دوسروں کی ملامت کو دعوت دینے کے واقعات اور لاابالی ہونے کے احوال کئی ماخذوں میں ملتے ہیں۔ حکیم سنائی غزنوی (م۔ تقریباً ۵۴۵ھ) اور حکیم خاقانی شروانی (م۔ ۵۹۵ھ) کی "قلندریات" اور تقی الدین علی بن عبدالعزیز مغربی (م۔ ۶۸۴ھ) کا مشہور عربی قصیدہ اس ضمن میں قابلِ مطالعہ ہے۔ برِّ صغیر پاکستان و ہند کے مشہور قلندر پانی پت کے بو علیؒ قلندر (م۔ ۷۲۴ھ) نے بھی "قلندرانہ" اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً:

قلندر را علم از عشق باشد ۔۔۔ قلندر را قدم از صدق باشد
قلندر را نباشد ابتدائی ۔۔۔ قلندر را نباشد انتہائی

---

۵۸ پیامِ مشرق ص ۲۱۱

دل و جان کردہ ام نذرِ بتاں اکنوں ہمے خواہم | کہ گر یابم خریداری، فروشم دین و ایماں را
نہ ترسم ز آتشِ دوزخ، نہ پروائی جناں دارم | منم شوریدۂ جاناں نخواہم حور و غلماں را
چہ گفتی ایں سخن کفر است گر گوئی شوی کافر | برو اے واعظِ ناداں، چہ دانی سرِ مستاں را

من مستِ خراباتم، نمازی کہ گذارم | در وے نہ قیامی نہ رکوعی نہ سجودے

یہ یاد رہے کہ حضرت قلندر پانی پتی متشرع بزرگ تھے۔ انھوں نے یا دیگر متعدد حضرات نے "قلندر" رند اور "آزادہ" کے معانی میں استعمال کیا ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں یہ لفظ "مردِ کامل" کے معنی میں مستعمل ہے۔ "خودی" اور دیگر اصطلاحوں کی طرح یہ بھی ان کی مخصوص اصطلاح ہے؎

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند | ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر | بروزِ رزم خود آگاہ و تن فراموشند
نظامِ تازہ بچرخِ دو رنگ می بخشند | ستارہ ہائے کہن را جنازہ بر دوشند[۹]

ملامتی صوفیوں کا ایک گروہ "اباحتی"، "اباحیہ" یا "مباحی" کہلاتا ہے، جو آزادہ روی میں "قلندروں" سے کئی قدم آگے تھا۔ یہ لوگ ظاہر کو قابلِ ملامت بناتے بناتے باطن کو بھی "ملامتی" بنا گئے اور امر و نواہیِ شرع اور حلال و حرام کی قیود سے خود کو آزاد سمجھتے تھے۔ "اباحتی ملامتیوں" کا ادّعا تھا کہ عبادات و ریاضات کے ذریعے آدمی ایک وقت مقام "تجوہر" میں آجاتا ہے، اور پھر اس کے لیے عام لوگوں کی طرح پابندیٔ شرع ضروری نہیں رہتی۔ یہ لوگ جبر و قدر کی کلامی بحثوں سے بڑی دلچسپی رکھتے اور ان کی مدد سے اپنے "تجوہر" اور بے عملی کی دلیلیں تلاش کرتے تھے۔ ان کے عقیدہ کی رُو سے انسان "حقیقت قدریہ" یا "حقیقت کونیہ" کے ہاتھوں مجبورِ محض ہے اور نیک عملی یا بداعمالی کے سلسلے میں اس کی مساعی کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں شقی یا سعید بننے کے معاملے میں سب "مجبور" ہیں۔ "اباحتی ملامتی" اس مجبوری کو "جمع" کی اصطلاح سے واضح کرتے تھے۔ ساتویں صدی ہجری میں دمشق میں "حریریہ" نام کے درویش کا ایک گروہ تھا۔ ان کے بھی یہی عقائد تھے[۱۰] "سالقبیہ" نام کا ایک فرقہ بھی انا ٹولی

---

۹ زبورِ عجم صفحہ ۱۷۰۔ ۱۰ ان کے راہبر کا نام علی حریری تھا (م ۶۴۶ھ)، فوات الوفیات طبع بولاق ج ۲ ص ۵۳-۵۷ نیز مناقب العارفین [illegible]

کے سعید و شقی ہونے کے بارے میں ایسے ہی خیالات رکھتا تھا۔ وہ کہتے ہیں:

"آدمی دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک نیک سرشتوں کا گروہ ہے کہ خالقِ کائنات نے ابتدا سے ہی خوش بختی کے نقوش سے ان کی پیشانیوں کو منور کر دیا ہے۔ گناہ کرنے سے وہ درگاہ نجات سے دور نہیں ہو سکتے۔ اور کوئی نافرمانی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ دوسرا بدبختوں کا گروہ ہے جو خدائی رحمت کی سرمدی نعمت سے محروم ہیں۔ ان کو عبادات و ریاضات فائدہ نہیں دے سکتیں، اور ان کا دامن سعادت و کامرانیوں سے کبھی بھر نہیں سکتا۔"[۱۱]

"اباحتی ملامتیوں" نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ اصحابِ صفہ کی مجردانہ زندگی کی مثال لے کر جہاد بالکفار اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی مساعی پر یقین نہ رکھتے تھے۔ اکل حلال کا حصول ان کی نظر میں کوئی اہم کام نہ تھا۔ دوسروں کے مال میں تصرف ان کا معمول تھا۔ گو "عیار" اور "شطار" گروہ بھی دوسروں کے اموال میں دخیل ہوتا تھا مگر صرف زکوٰۃ نہ دینے والوں پر، پھر یہ "مال یغمائی" وہ غریبوں اور مستحقوں پر صرف کرتے تھے[۱۲] اس کے برعکس "اباحتی ملامتی" ایسے مال کو ذاتی تصرف میں لے آتے تھے۔ یہ لوگ ولایت کو نبوت سے افضل مانتے اور نبی کو ولی کے لیے "مطاع" نہیں سمجھتے تھے۔

شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ (م تقریباً ۲۹۷ھ) نے اس گروہ کی مخالفت میں دلائل دیئے اور "جمع" کے مقابلے میں "فرق" کا نظریہ پیش کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ انسانِ سالک کسی حالت میں بھی "عبودیت" کے مقام سے بالاتر نہیں جا سکتا۔ اُسے چاہیے کہ خدا کا بندہ رہے۔ دوسروں کو اپنا بندہ نہ بنائے اور پیغمبرؐ کو مطاع مانے۔ حضرت جنیدؒ نے جبر و قدر کے بارے میں وہی فرمایا جو اشاعرہ کا عقیدہ ہے۔ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ وہ انجام دہی اعمال کا مکلف ہے اور "تکلیف" یا فرض کبھی ساقط نہیں ہو سکتا۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

سراپا معنی و سربستہ ام من نگاہِ حرف بافاں برنتابم
نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور کہ خاک زندہ ام در انقلابم

(پیامِ مشرق: ۴۱)

---

[۱۱] ہفتاد و سہ ملت بتصحیح ڈاکٹر جواد مشکور، تہران ص ۲۴، اور ایسے مطالب تصوف کی کئی کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔

[۱۲] دیکھیے سفرنامہ ابن بطوطہ طنجی مراکشی (۹/۷، ۶)، "الاخیۃ" کے ذکر میں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی طوسی (م - ۵۰۵ھ) نے اس گروہ کے خلاف ایک رسالہ "رسالۃ فی ذم الصوفیۃ الاحیتہ" لکھا ہے۔ جس کے قلمی نسخے ایران میں دستیاب ہیں۔ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی بغدادی (م - ۵۹۷ھ) نے بھی "نقد العلم والعلماء" (تلبیس ابلیس) میں اس گروہ کے خلاف کافی لکھا ہے بقول استاد بدیع الزمان فروزانفر، ابن جوزی کی بحث امام غزالیؒ کے مذکورہ رسالہ کا خلاصہ ہے[۳۱]

"ملامتی صوفیہ" کے بارے میں یہ مختصر توضیحات ہیں اور امید ہے کہ دلچسپی رکھنے والے حضرات مندرجہ بالا مصادر میں مزید تفاصیل خود دیکھ لیں گے۔ والاتمام من اللہ۔

---

[۳۱] شرح مثنوی شریف (جزء دوم از دفتر اول طہران) صفحہ ۶۲۵۔

مجمع البحرین

(یعنی شیعہ و سنی کی متفق علیہ روایات)

مؤلفہ: مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی --- تعارف و تبصرہ: علامہ جعفر حسین قبلہ۔

"مجمع البحرین" وحدتِ اُمت کی طرف ایک اہم قدم ہے اور اہلِ اسلام کی ہزار سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے اس میں اسلام کی اُن تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے جن پر سنی اور شیعہ (اثنا عشری) دونوں متفق ہیں۔

قیمت: چھ روپے

تصوراتِ عرب قبل اسلام

(مؤلف: عبید اللہ قدسی)

اس کتاب میں جزیرۂ عرب قبل اسلام کی تہذیب، ثقافت، عقائد دینی شعائر اور اُن کے نظریۂ حیات و موت کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

قیمت: چار روپے پچاس پیسے۔ ۴/۵۰ روپے

پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور